الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی

(ایک جائزہ)

☆ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

علامہ شبلی کو عربی و فارسی زبان و ادب پر جو دستگاہ کامل حاصل تھی، اس کا اندازہ ان دونوں زبانوں میں ان کی یادگار تصانیف سے ہوتا ہے، عربی زبان میں انہوں نے چار کتابیں سپردِ قلم کیں۔ ان کی زندگی کی پہلی کتاب اسکات المعتدی علی انصات المقتدی بھی عربی زبان ہی میں ہے، تاریخ بدأالاسلام اور کتاب الجزیہ بھی عربی میں ہیں۔ ذیل میں ان کی ایک اور عربی تصنیف الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

الانتقاد جرجی زیدان کی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی کے رد میں لکھی گئی ہے، جرجی زیدان نے بہ ظاہر اسلامی تمدن کی تاریخ مرتب کی ہے لیکن درحقیقت یہ اسلامی تمدن کی تصویر مسخ کرنے کے لئے لکھی گئی ہے، مولانا سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

> ”مصنف چونکہ عیسائی تھا اس لئے اس نے اپنے قلم سے اس میں اسلامی تمدن کی صورت بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے مگر ایسے اسلوب سے اس کو دکھایا ہے کہ بہ ظاہر وہ حسن نظر آتا ہے لیکن درحقیقت اس میں کوئی نہ کوئی عیب چھپی ہوتی ہے“(۱)۔

جرجی زیدان

جرجی زیدان شام کا باشندہ اور متعصب عیسائی مورخ و ادیب تھا، مصر سے الہلال کے نام سے ایک رسالہ نکالتا تھا، اس نے اسلامی تاریخ اور تہذیب و تمدن کا خاص طور سے مطالعہ کیا اور اسی موضوع کو اپنے مضامین و مقالات کے لئے خاص کیا لیکن وہ اصلاً ناول نگار تھا اس کے ناولوں کی تعداد گیارہ ہے جس میں اس نے اسلامی تاریخ کے افراد و واقعات جیسے قتادہ غسان، ارمانوستہ المصریہ، ابومسلم خراسانی اور عباسہ اخت الرشید وغیرہ کو افسانوی انداز میں پیش کیا اور اسلامی تاریخ و تہذیب ہی

☆ ادب کدہ-معراج پور، انور گنج، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

کے کسی پہلو یا عہد کو موضوع بنایا ہے۔ مثلاً قتادہ غسان میں اس نے عرب کی تاریخ اور اخلاق و تمدن، آغازِ اسلام، نبوت، اور ابتدائی اسلامی تاریخ اس دلچسپ انداز میں لکھی ہے کہ پڑھنے والا اس کے سحر میں گرفتار ہو جاتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ یہ پڑھتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اُمی نہ تھے انہوں نے بحیرہ شامی سے تعلیم پائی تھی اور اسی کی تعلیم سے ادعائے نبوت کا خیال پیدا ہوا۔

دوسرا ناول ارمانو ستہ المصریہ ہے اس میں مسلمانوں کے فتح مصر کے وقت مصر کی حالت، تہذیب و تمدن اور اخلاق وغیرہ کی مرقع آرائی ہے اور وہ اسباب بھی بیان کئے ہیں جن کی وجہ سے مصر فتح ہوا لیکن اسی ناول میں یہ خرافات بھی ہیں کہ مصر کو مسلمانوں نے طاقت سے فتح نہیں کیا بلکہ قبطیوں نے مکر و سازش سے فتح کرا دیا اور جب مسلمان پوری طرح قابض ہوگئے تو انہوں نے مصر و اسکندریہ کی تمام علمی یادگاریں مٹا دیں اور قبطیوں کے احسان کا اچھا بدلہ بھی نہیں دیا۔

ابومسلم خراسانی بھی اس کا ناول ہے اس میں بنو امیہ کے اسباب زوال اور عباسیوں کی حکومت کے قیام و استحکام کی تفصیل ہے اس میں جرجی زیدان نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عباسی سلطنت ابومسلم خراسانی کے دست و بازو سے قائم ہوئی مگر منصور عباسی جو نہایت سفاک تھا اس نے ابومسلم کے احسانات کو فراموش کر دیا اور اس کو دھوکہ سے قتل کرا دیا۔

عباسہ اخت الرشید میں برامکہ کے فضل و کمال اور حسن انتظام کا ذکر ہے مگر جرجی زیدان نے پردہ نشینان حریم خلافت کو بداخلاق اور فرومایہ دکھایا ہے اور ہارون الرشید کو وحشی، عیش پرست اور محسن کش ظاہر کرنے میں زور قلم صرف کیا ہے۔

درحقیقت جرجی زیدان مصر کے اس اہلِ قلم گروہ سے تعلق رکھتا تھا جو اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کی تصویر بگاڑنے کے درپے تھے۔ اسی کے لئے یہ لوگ جاذب نظر اور دلفریب انداز اختیار کرتے تھے اور اس میں اپنے مقصد کی باتیں اس طرح سمو دیتے تھے جو عام لوگوں کی نظر میں قابل اعتراض نہیں ہوتی تھیں۔

تصنیف و تالیف میں جرجی زیدان کا یہی خاص مقصد اور مطمح نظر تھا، ناولوں کے علاوہ اس کی کئی اور کتابیں اسی حقیقت کی غماز ہیں۔ ان میں تاریخ التمدن الاسلامی جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے خاص طور سے بہت مقبول ہوئی اس کی مقبولیت کے متعدد اسباب میں سب سے بڑا سبب جرجی زیدان کو مطمح نظر تھا اس نے یہ کتاب مورخ کے بجائے عیسائی بن کر لکھی تھی۔ مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیوتھ (آکسفورڈ یونیورسٹی) نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی نے لکھا ہے

کہ اس کا اُردو، فارسی، روسی اور دوسری یورپین زبانوں میں ترجمہ ہوا[۲]۔ ہندوستان اور مصر میں نصاب تعلیم میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی، مصر میں خود جرجی زیدان نے یہ کوشش کی مگر بعض علماء کی مخالفت کی وجہ سے یہ تجویز مسترد ہوگئی[۳]۔

جرجی زیدان اور علامہ شبلی

علامہ شبلی کے پاس مصر و بلادِ عرب سے عربی رسائل و جرائد آتے تھے۔ اسی لئے وہاں کے اہلِ علم و قلم سے وہ بخوبی واقف تھے، بعض سے علمی روابط بھی قائم ہوگئے تھے، انہی میں ایک جرجی زیدان بھی تھا۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی کے بقول دونوں میں خط و کتابت بھی ہوتی تھی[۴]۔ جرجی زیدان نے بھی علامہ شبلی سے اپنے تعلقات کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کی تحریروں سے تاریخ التمدن الاسلامی کی تصنیف میں بڑی مدد ملی، وہ لکھتا ہے:

فاذا رأينا في كُتب الافرنج مآثر منسوبة الى العرب لم نجدلها ذكرفي كتبهم ضعفت ثقتنا في صحتها اذقدتكون منقولة عن بعض الرحلات الافرنجيية في العصر الوسطى و اكثرها يحتاج الى تمحيص--- ووقضنا على كتاب في اللغة الهندوستانية (الاردية) للنعماني سماه رسائل شبلي ذكر فيه فصوه في مدارس العرب ومارستاتهم ومكاتبهم و كتبهم ذيلها بالاسناد وهو كتاب جليل و بعد الاطلاع على آراء العلماء وابحاثهم في هذا الموضوع رجعنا الى المصادر العربية فتفصحناها بامعان و تدقيق فعثرنا فيها علىٰ ما اذهشنا من ضخامة ذالک التمدن خصوصاً في العلم والادب مماستراه مفصلا في هذا الجزء"[۵].

یورپین کتابوں میں عربوں کے جو قابلِ ذکر واقعات بیان ہوئے ہیں ان کا سراغ مجھ کو اصل عربی ماخذ میں نہیں ملتا تھا، جس کی بنیاد پر اس کی صحت مجھ کو مشکوک معلوم ہوتی تھی کیونکہ یہ واقعات عہدِ وسطیٰ کے یورپین سفرناموں سے ماخوذ ہیں اور اکثر واقعات محتاجِ تحقیق ہیں۔ مجھ کو اُردو زبان میں لکھی ہوئی علامہ شبلی کی کتاب رسائل شبلی دستیاب ہوئی جس میں مستند حوالوں کے ساتھ عرب کے مدارس، شفاخانے، کُتب خانے اور عربوں کی تصنیفات کا ذکر متعدد فصلوں میں ہے، درحقیقت یہ ایک عظیم الشان تصنیف ہے اس کے واسطہ سے اس موضوع پرعلماء کی آراء و اقوال کو پڑھ کر جب میں نے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا اور دقتِ نظر سے واقعات کی جستجو کی تو مجھ کو حیرت انگیز تمدنی سرمایہ

ہاتھ آیا بالخصوص علم و ادب کے میدان میں عربوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، کتاب کا یہ حصہ اسی کی تفصیل پر مشتمل ہے۔

تاریخ التمدن الاسلامی کا پہلا حصہ شائع ہوا تو جرجی زیدان نے اس کا ایک نسخہ علامہ شبلی کے پاس بھیجا جس کی انہوں نے کسی قدر تعریف کی۔ چونکہ علامہ شبلی مورخ کے لئے ماخذ و مراجع کی نشاندہی اور حوالوں کا دینا ضروری قرار دیتے تھے اس لئے انہوں نے جرجی زیدان کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلائی چنانچہ جرجی زیدان نے کتاب کے دوسرے حصے میں اس پر عمل کیا، وہ خود لکھتا ہے:-

"وھذا مانبھنا الیه صدیقنا النعمانی العالم الھندی فی کتاب الذی نشرنا فی مقدمة الجزء الماضی اذ افترح علینا ان نذیل صفحات کتابنا ھذا بالما خذالتی تنقل عنھا وقد اطعناه---(٦)

ہم کو ہمارے ہندی نژاد عالم دوست شبلی نعمانی جن کے مکتوب کا خلاصہ ہم نے پچھلی جلد کے مقدمہ میں درج کیا ہے یہ توجہ دلائی تھی کہ ہم حوالے میں ماخذ کے صفحات کی صراحت باالالتزام کریں، چنانچہ ہم نے اس جلد میں اس پر عمل کیا ہے۔

مگر جرجی زیدان نے اپنی عادت کے مطابق اس میں بھی فریب سے کام لیا اس کی تفصیل علامہ شبلی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں کہ:-

''مصنف نے جب اس کتاب کا پہلا حصہ مجھ کو بھیجا تھا تو میں نے اجمالاً کتاب کی تعریف کی لیکن چونکہ میں مصنف کی عادت سے واقف تھا اس لئے میں نے اس کو خط لکھا کہ آپ کو واقعات میں کتابوں کا حوالہ دینا چاہیئے، چنانچہ مصنف نے میرے اس خط کو تمدنِ اسلام کے دوسرے حصہ میں نقل کیا ہے اور میری تحریک کے مطابق پچھلے حصوں میں حوالے دیئے ہیں، لیکن اس میں یہ چالاکی کی کہ چھاپے کی تعیین نہیں کرتا، اکثر کتابیں مصر میں بار بار چھپی ہیں، مصنف ان کے حوالے دیتا ہے اور یہ نہیں بتاتا کہ کون سے چھاپے کے صفحے ہیں، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن الاثیر، مسعودی وغیرہ کے جو کثرت سے مصنف نے حوالے دیئے ہیں، میں نے مقابلہ کیا تو میرے پاس جو نسخے ہیں ان میں وہ عبارتیں نہیں ملیں لیکن مصنف یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے کسی اور نسخہ کا حوالہ دیا ہے اس کارروائی کی وجہ سے مصنف کی بہت سی خیانتوں کا پردہ رہ گیا، اور جن کتابوں میں اس کے حوالے میرے نسخے کے مطابق نکلے اس میں ایک موقع بھی مجھ کو ایسا نہ ملا کہ مصنف

نے سخت خیانت نہ کی ہو"(۷)۔

الانتقاد کی ضرورت اور اس کے اسباب

اس علمی خیانت، بددیانتی، کذب و افتراء اور اسلام دشمنی کے سبب ضروری تھا کہ جرجی زیدان کی کتاب کا علمی و تحقیقی اور ناقدانہ جائزہ لیا جائے، اس کی ہرزہ سرائیوں کو واضح کیا جائے، اس کے الزامات کی نشاندہی کی جائے اور اس نے اسلامی تمدن کی جو تصویر مسخ کی ہے اس کی صحیح شکل پیش کی جائے، چنانچہ علامہ شبلی نے ابتداء ایک خط کے ذریعہ جرجی زیدان کو متنبہ کیا اور اپنے شاگرد مولانا سیّد سلیمان ندوی سے اس سلسلہ میں مضامین لکھوائے جو ماہنامہ الندوہ لکھنو (اکتوبر ۱۹۰۸ء و اگست ۱۹۱۰ء) میں شائع ہوئے، علامہ شبلی اپنی مصروفیات اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں دے پا رہے تھے، لیکن ۱۹۱۱ء میں بقول مولانا سیّد سلیمان ندوی چند واقعات پیش آئے کہ مولانا کو باوجود قلت فرصت اس کی کتاب پر مستقل طور پر ایک نہایت سخت اور مبسوط تنقید بلکہ تردید لکھنی پڑی"۔

اسی زمانہ میں مصری فاضل ڈاکٹر محمود لبیب نے اسلامی آلات کے کسی رسالہ سے متعلق سوال کیا، وہ رسالہ علامہ شبلی جرجی زیدان کے پاس بھیج چکے تھے۔ چنانچہ علامہ شبلی نے اس کے نام ایک رقعہ لکھا جس میں وہ رسالہ ڈاکٹر محمود لبیب کے حوالہ کرنے کے لئے لکھا تھا اور اس کی بعض علمی بددیانتیوں کی طرف توجہ بھی دلائی تھی، اس کے بعد ڈاکٹر لبیب نے ایک دوسرے خط میں جرجی زیدان کی علمی خیانتوں کی جانب توجہ دلائی جس سے تاریخ التمدن الاسلامی کے رد کی نیت کو اور بھی تقویت ملی(۹)۔

اسی اثناء میں تاریخ التمدن الاسلامی کے انگریزی ترجمہ کے کچھ حصوں کو ڈاکٹر یوسف ہارویز کی تجویز پر مولوی فاضل کے امتحان میں رکھا جانے لگا، علامہ شبلی ۲۹/اگست ۱۹۱۱ء کو مولانا ابوالکلام آزاد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:-

> "تمدن اسلام کا ضرر متعدی ہوا یہاں تک کہ ڈاکٹر ہارویز پروفیسر علی گڑھ نے اپنی تحریری رائے یونیوسٹی میں بھیجی ہے کہ امتحانات فاضل و عالم میں وہ داخل درس کی جائے مجھ پر اس کا سخت اثر ہوا اور میں نے سب کام چھوڑ کر اس کی دروغ بیانیوں پر ایک مضمون لکھنا شروع کیا اس وقت تک بیس صفحے ہو چکے ہیں، عربی میں لکھوں گا اور عربی اخبارات میں طبع کراؤں گا"(۱۰)۔

تاریخ التمدن الاسلامی کا انگریزی ترجمہ ہی خاص طور سے الانتقاد کی تالیف کا سبب بنا، مولوی

ریاض حسن خاں خیال کے نام ایک خط میں علامہ شبلی لکھتے ہیں:-

''جرجی زیدان کے صرف ایک حصہ کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے، مارگولیوتھ نے کہا ہے جو اسلام کا سخت دشمن ہے اور درحقیقت اسی انگریزی ترجمہ نے مجھ کو رد لکھنے پر آمادہ کیا''(۱۱)۔

ان اسباب کے علاوہ سب سے بڑا سبب علامہ شبلی کی مذہبی حمیت و غیرت تھی، وہ اسلام اور اسلامی تاریخ و تمدن پر کسی قسم کے نقد و اعتراض کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ جرجی زیدان کے ہفوات اور تلبیسات نے انہیں برافروختہ کر دیا اور وہ اپنی تمام تر عدیم الفرصتی کے باوجود اس کے رد کے لئے تیار ہوگئے، الانتقاد میں وہ بڑے جذباتی لب و لہجہ میں لکھتے ہیں:-

هل كنت ارضى بان تمدحني و تهجو العرب فتجعلهم غرضًا لسهامك ودرية لرمحك ترميهم بكل معيبة و شين و تعز واليهم كل دنية و شرتي قطعهم اربا اربا و تمزقهم كل ممزق وهل كنت ارضى بان تجعل بني امية لكونهم عربا يحتا من اشر خلق الله و اسوأهم يفتكون بالناس ويسومونهم سوء العذاب و يهالكون الحرث والنسل و يقتلون الذرية و ينهون الاموال و ينتهكون الحرمات و يهدمون الكعبة و يستخفون بالقرآن وهل كنت ارضى بان تنسب حريق الخزانة الاسكندرية الى عمر بن الخطاب الذى شهدت بعد له الارض والسمآء وهل كنت ارضى بان تمدح بني العباس فتعد من مفاخرهم انهم تزلوا العرب منزلة الكلب حتى ضرب ندلك المثل وان المنصور بنى القبة الخضراء ارغا مالكعبة وقطع الميرة عن الحرمين استها نه بها وان المامون كان ينكر نزول القرآن وان المعتصم بالله انشا كعبة فى سامرا وجعل حولها مطافًا واتخذ منى و عرفات(۱۲).

اے جرجی زیدان کیا یہ بات میرے لئے پسندیدہ ہوسکتی ہے کہ تم میری تو تعریف کرو اور عرب کی مذمت کرو ان کو اپنے تیروں کا نشانہ بناؤ اور ہر قسم کا عیب و شر ان کی جانب منسوب کرو اور ان کی مجد و شرافت کو پارہ پارہ کرو، کیا میں یہ برداشت کر سکتا ہوں کہ تم بنو امیہ کو محض ان کے خالص عرب ہونے کی بنا پر بدترین مخلوق سے تعبیر کرو اور ان کے بارے میں یہ کہو کہ وہ بدمعاملہ فسادی اور لٹیرے تھے۔ خانہ کعبہ کو ڈھانے والے اور قرآن کا مذاق اڑانے والے تھے۔ کیا یہ بات میرے لئے قابل ضبط ہوسکتی ہے کہ تم

کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کی نسبت حضرت عمرؓ کی ذاتِ گرامی کی طرف کرو جن کے عدل و انصاف کی گواہی زمین و آسمان دیتے ہیں اور یہ بات بھی کم تکلیف دہ نہیں ہے کہ تم خلفائے عباسیہ کی تعریف محض اس وجہ سے کرتے ہو کہ تمہارے خیال میں انہوں نے عربوں کو ذلیل و رسواء کیا یہاں تک کہ ان کو کتوں کے ہم پلہ قرار دیا اور یہ بات ضرب المثل بن گئی اور یہ کہ خلیفہ منصور عباسی نے خانہ کعبہ کی تحقیر کے جذبہ سے قبہ خضراء کی تعمیر کروائی اور حرمین کی تذلیل کی خاطر اس نے وہاں کا غلہ روک دیا اور مامون نزول قرآن کا منکر تھا اور معتصم نے سامرا میں ایک کعبہ بنوایا تھا جس کے ارد گرد طواف کی جگہ اور منیٰ و عرفات کے نام سے مقامات بنوائے۔

ان اسباب کے علاوہ ایک اہم اور بنیادی سبب جرجی زیدان کی علمی و تحقیقی بددیانتی تھی جس نے علامہ شبلی کو یہ رد لکھنے پر آمادہ کیا، خود علامہ شبلی فرماتے ہیں:-

۱۔ مصنف نے یہ کتاب عیسائی بن کر نہیں بلکہ مورخ بن کر لکھی ہے اور اس حیثیت سے تمام دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرتا ہے۔

۲۔ مصنف کا مقصد بنو امیہ کی برائیاں ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا روئے سخن عرب کی طرف ہے، وہ یہ تصریح لکھتا ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت خالص عربی سلطنت تھی جس کی بنیاد تعصب اور سخت گیری پر تھی، وہ عباسی حکومت کی تعریف کرتا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ وہ عباسی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ درحقیقت ایرانی حکومت ہے۔

۳۔ بنو امیہ کے پردہ میں مصنف قرن اوّل کے تمام مسلمانوں کی ہر قسم کی برائیاں ثابت کی ہیں اس لئے ایسے اتہامات کا رفع کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

۴۔ جن باتوں نے اس کتاب کو تاریخی پایہ سے بالکل گرا دیا ہے یعنی تحریف، تعصب، کذب، خدع، ان کا سب سے زیادہ استعمال بنو امیہ کے واقعات میں کیا گیا ہے اس لیے اسی کے ساتھ زیادہ توجہ و اعتناء کی ضرورت ہے[۱۳]۔

رد لکھنے میں انہماک

تاریخ التمدن الاسلامی کے جب مختلف حصے طبع ہو کر آگئے تو علامہ شبلی نے نقد و تبصرہ کا آغاز کیا اس میں ان کو اس قدر انہماک تھا کہ انہیں دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہی حتیٰ کہ آنکھوں میں پانی اُتر آیا اور اندیشہ ہوا کہ کہیں آنکھ کی روشنی ہی متاثر نہ ہو جائے، مولانا ابوالکلام آزاد کے نام ایک

خط میں علامہ شبلی لکھتے ہیں:-

''تمدن (اسلام) کے رد میں ابتداء ایک ہفتہ اس قدر انہماک رہا کہ ایک آنکھ میں پانی اترتا محسوس ہوا اور اب اس سے حرفِ نظر نہیں آتے ایک آنکھ جو صحیح ہے اس پر بھی بہت بار معلوم ہوتا ہے اب لکھنا پڑھنا بالکل کم ہو گیا ہے، اس لئے ساٹھ صفحے ہو کر رہ گئے اور اسی پر کتاب ختم کر دی، طبیعت بہت افسردہ رہتی ہے، سپاہی کا ہتھیار چھن جائے تو پھر وہ کس کام کا ہے''(۱۴)۔

علامہ شبلی کی تڑپ اور جرجی زیدان کے رد میں ان کی غیر معمولی توجہ کے چشم دید شاہد مولانا سیّد سلیمان ندوی ہیں، وہ لکھتے ہیں:-

''غالبًا اگست ۱۹۱۱ء سے مولانا پورے انہماک کے ساتھ اس کام میں مصروف ہوئے جو کئی مہینے تک جاری رہا، بیسیوں تصنیفات کے ہزاروں صفحات جن کے حوالے اصل کتاب میں تھے ان کو ملا ملا کر دیکھنا اور مختلف ایڈیشنوں کو تلاش کرنا اور ان میں مصنف کے دیئے ہوئے حوالوں کو ڈھونڈھنا آسان کام نہ تھا، یہ رمضان کا مہینہ اور برسات (ستمبر) کی امس اور حبس، مولانا روزہ رکھ کر اسی طرح کتابیں دیکھنے، پڑھنے اور لکھنے کی زحمت اٹھاتے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آنکھ میں پانی اتر آیا اور اس کی بینائی گویا جاتی رہی، اس پر بھی کام جاری رہا اور اس کو تمام کر کے چھوڑا''(۱۵)

الانتقاد کی طباعت و اشاعت

الانتقاد پایۂ تکمیل کو پہنچی تو اوّلاً علامہ شبلی نے اس کا اُردو میں ترجمہ و خلاصہ کیا جو اکتوبر ۱۹۱۱ء کے ماہنامہ الندوہ لکھنو میں ''تمدن اسلام مصنفہ جرجی زیدان کی پردہ دری'' کے عنوان سے شائع ہوا اور اب مقالات شبلی جلد چہارم میں شامل ہے اس کے متعلق خود علامہ شبلی لکھتے ہیں:-

''اصل مضمون عربی میں لکھا ہے اور اس کو نہایت وسعت دی ہے، اُردو میں مختصر کر دیا ہے اور طرزِ تحریر بھی معمولی ہے''(۱۶)۔

اصل عربی رسالہ لکھنو کے مطبع آسی میں جنوری ۱۹۱۲ء میں طبع ہوا، اس کے اخراجات ان کے احباب تلامذہ اور خود علامہ نے برداشت کئے(۱۷)۔

الانتقاد کے بعض اجزاء علامہ شبلی نے سیّد رشید رضا مصری ایڈیٹر المنار مصر کے پاس ارسال کئے تو

انہوں نے اس کی بڑی تعریف کی، علامہ شبلی مولوی ریاض حسن خاں خیال کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:-

رسالہ چھپ رہا ہے میں نے اس کے کچھ پروف المنار کے ایڈیٹر سیّد رشید رضا کے پاس بھیج دیئے تھے، انہوں نے بڑی شکرگزاری کی اور لکھا کہ میں نے علمائے مصر کو آمادہ کرنا چاہا لیکن ان لوگوں نے ہمت نہ کی، المنار میں یہ رسالہ بتدریج شائع ہوگا، خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کی آبرو مصر میں قائم رہی(۱۸)۔

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے مطابق سیّد رشید رضا مصری نے یہ بھی لکھا تھا کہ "میں خود بھی تردید کرنا چاہتا تھا مگر جرجی زیدان کے عقائد اس قدر پھیلے ہوئے تھے کہ ان کو سمیٹ کر یکجا کرنا اور ان کی تردید کرنا قابو میں نہ آتا تھا، آپ نے اس پر قابو پا لیا اور تردید کر دی(۱۹)۔

خود رشید رضا مصری لکھتے ہیں:-

"اس وقت شیخ شبلی نے جو علامہ وقت مشہور مصلح جمعیۃ ندوۃ العلماء کے بانی اور اس کے ترجمان رسالہ کے مدیر ہیں، انہوں نے تاریخ التمدن الاسلامی کی تردید لکھنی شروع کی ہے اور ہم کو یہ لکھا ہے کہ وہ اس کو لکھنو میں چھپوا رہے ہیں اور اس کے مطبوعہ فارم وہ ہمارے پاس بتدریج بھیجتے رہے گے تاکہ ہم انہیں المنار میں چھاپ دیں، ایسے عالم و مورخ کی تنقید درحقیقت ہمارا قیمتی علمی سرمایہ ہے اور صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ ہمارے اور ان کے دوست جرجی زیدان کا بھی اس لئے ہم نے اس کو شائع کرنے میں عجلت کی"(۲۰)۔

چنانچہ سیّد رشید رضا مصری نے الانتقاد کے اجزاء پہلے بالاقساط المنار میں شائع کئے پھر ایک مقدمہ کے ساتھ ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۰ھ میں مطبع المنار سے کتابی صورت میں شائع کیا۔

کتاب کی اشاعت کے بعد جرجی زیدان نے علامہ شبلی کو خط لکھا اور اپنے بیس سالہ قدیم تعلقات کا پاس نہ رکھنے پر اظہار افسوس کیا اور وعدہ کیا کہ وہ ان کی مرضی کے مطابق کتاب میں ترمیم و تنسیخ کر دیں گے مگر اسی کے ساتھ یہ خواہش بھی کی کہ الانتقاد کی اپنی نسبت سے انکار کر دیں۔ علامہ شبلی نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا(۲۱)، جرجی زیدان کا یہ خط ۱۹۱۶ء تک دارالمصنفین میں محفوظ تھا(۲۲)۔

ادھر ایک مدت سے الانتقاد کے جدید ایڈیشن کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ چنانچہ دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے اس کا محقق ایڈیشن جناب مولانا محمد عارف عمری صاحب کی تحقیق و مراجعت کے بعد شائع کیا ہے، راقم کے پیش نظر یہی جدید طباعت ہے۔

الانتقاد کے چند مباحث

تاریخ التمدن الاسلامی یوں تو بہ ظاہر تمدن اسلامی کی تاریخ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کی ایسی تصویر کھینچی گئی ہے کہ اس سے خراب تصویر کھینچی نہیں جا سکتی، اس نے عربوں کی تحقیر و مذمت، خلفائے عباسیہ اور خاص طور سے خلفائے بنو امیہ کی تذلیل اور مذمت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے، مسلمانوں پر طرح طرح کے رکیک اور ناروا الزامات عائد کئے ہیں، انہیں ظالم و ستم گر، علم دشمن اور انسانیت سوز مظالم کا مرتکب گردانا ہے، حتیٰ کہ خود مسلمانوں کو اپنے مذہب اور شعائر اسلامی کی توہین و تضحیک کرنے والا بھی ثابت کیا ہے۔

علامہ شبلی نے پانچ جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے سینکڑوں صفحات پر پھیلے جرجی زیدان کے مکائد، ایک ایک الزام، اس کے کذب و افتراء اومکر و فریب کی نشاندہی کر کے اس قدر جامعیت اور علمی و تحقیقی انداز سے فریضہ رد و ابطال ادا کیا ہے کہ جرجی کے تمام ہفوات کی تردید اور پردہ دری ہوگئی ہے۔ مولانا نے ان دلائل سے ثابت کیا ہے کہ جرجی زیدان کا مقصد تالیف ”(۱) عرب کی تحقیر اور ان کی مذمت، (۲) خلفائے بنو عباسیہ اور بنو امیہ کی طرف مذہب کی اہانت کا الزام، (۳) مسلمانوں پر عام اعتراضات، (۴) عرب کو علم دشمن قرار دینا اور کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کو ان کی طرف منسوب کرنا“ ہے[۲۳]۔

علامہ شبلی نے جرجی زیدان کے مذکورہ مقاصد کی الانتقاد میں متعدد مثالیں دی ہیں، یہاں چند اہم مباحث کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ علامہ شبلی کی کاوش و تحقیق اور تدقیق اور الانتقاد کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوسکے۔

بنو امیہ کی تحقیر

جرجی زیدان کو جہاں موقع ملا ہے اور جس ڈھب سے ملا ہے اس نے بنو امیہ کی تحقیر و توہین میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے اس میں کذب و افتراء، مکر و فریب اور بے ہودہ گوئی کون سی ایسی چیز ہے جو اس نے روا نہ رکھی ہو، علامہ شبلی لکھتے ہیں:-

''مصنف کا سب سے بڑا مرکز نظر بنو امیہ کی ہجو وتحقیر ہے اس بحث میں اس نے جی کھول کر زور طبع صرف کیا ہے اور جس قدر کذب، تحریف، تمویہ، فریب، تدلیس، خدع، غلط بیانی کی جو قوت فطرت نے اس کو عطا کی تھی سب صرف کر دی ہے''(۲۴)۔

بنو امیہ کے مقابلہ میں بنو عباس کی جرجی زیدان نے کسی قدر مدح وتحسین کی ہے اور اس بناء پر کی ہے کہ بنو امیہ خالص عرب تھے اور بنو عباس کی حکومت ایک غیر عرب اور ایرانی تھی(۲۵)، جرجی زیدان کو عربوں سے خدا واسطے کا بیر ہے ان کی تحقیر میں اس نے زمین آسمان ملا دیئے ہیں، بنو امیہ کی تحقیر و تذلیل کے پسِ پشت بھی جرجی زیدان کا مقصد عربوں ہی کی تذلیل ہے۔ علامہ شبلی کی دوربین نگاہ نے اسے محسوس کر لیا، وہ لکھتے ہیں:-

''بنو امیہ کی تحقیر مصنف کا اصل مقصد نہیں ہے بلکہ پوری اُمت عربیہ اس کے نشانے پر ہے چونکہ عمومی اندازِ بیان اختیار کرنے کی صورت میں شدید ردِعمل ہو سکتا تھا اس لئے اس نے یہ عیاری کی کہ حق و باطل کو باہم گڈمڈ کر دیا چنانچہ اس نے مسلم عہد حکومت کے تین دور قائم کیے۔ عہد خلفائے راشدین، دور بنی امیہ اور دور بنو عباس، دور اوّل کی اس نے تعریف کی۔ اسی طرح دورِ ثالث کی بھی اس نے محض دکھاوے کی خاطر مدح سرائی کی اور جب یہ محسوس کر لیا کہ خلفائے راشدین جو کہ ہمارے مذہبی رہنما ہیں ان کی تعریف سے ہم مسلمان خوش ہو گئے۔ اسی طرح بنو عباس سے جن کے ساتھ مسلمانوں کا یہ جذباتی تعلق ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے ذریعہ سلطنت اسلامیہ اور تمدن اسلام کو بے حد فروغ حاصل ہوا ان کی تعریف سے بھی مسلمان مغالطہ میں آگئے، تب مصنف نے خوب بے باکی کے ساتھ دور بنو امیہ کو اپنی تنقیدوں کا نشانہ بنایا، کیونکہ اس کو اب یہ اطمینان ہو گیا کہ اس کو کوئی جانب دار اور متعصب نہ قرار دے گا۔ اس لئے اس نے بنو امیہ کی طرف ہر قسم کی برائی منسوب کی اور ان کو تمام خوبیوں سے عاری ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی''(۲۶)۔

جرجی زیدان نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ بنو امیہ کے دور میں عرب قومیت کا تصور اپنے عروج پر تھا اور وہ غیر عرب کو حقیر اور کم تر سمجھتے تھے۔ علامہ شبلی نے جرجی زیدان کے اس نقطہ نظر کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس نے جن بنیادوں پر ان خیالات کا اظہار کیا ہے وہ چند متعصب عربوں کے اقوال ہیں۔ ظاہر ہے ان کی بنیاد پر یہ عمومی تاریخ مرتب نہیں کی جا سکتی۔ جرجی زیدان کی

تاریخ نویسی میں عام عادت ہے کہ وہ جزء کو کل مان کر واقعات کی تعبیر و تشریح کرتا ہے۔ یہ یقیناً تاریخ نویسی کے خلاف ہے، علامہ شبلی مذکورہ الزام کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''جو شخص بھی عجم و عرب کی تاریخ سے واقف ہے اس سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ماقبل اسلام اہلِ ایران عرب کو نہایت ذلیل سمجھتے تھے--- اسلام نے عرب کو جب عجم کے ہم پلہ بنا دیا بلکہ انہوں نے عجم کی سیادت بھی چھین لی تو عربوں کے لئے یہ فخر کا موقع تھا مگر شریعت اسلامی میں اس قسم کے فخر و نخوت کی گنجائش نہیں تھی--- تاہم عرب و عجم دونوں میں کچھ لوگ ایسے ضرور تھے جن کے سینوں میں عداوت کے جذبات باقی رہے اور اسی نے بالآخر یہ شکل اختیار کی کہ دو مدِ مقابل گروہ پیدا ہوگئے۔ ایک گروہ شعوبیوں کا تھا جو عربوں کو حقیر سمجھتا تھا اور ان کی عیب جوئی میں لگا رہتا تھا۔ اس جماعت کے سرخیل ابوعبیدہ نے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جن میں عرب کے تمام ہی قبائل کے حسب و نسب کو اپنی تنقیدوں کا نشانہ بنایا ہے، دوسرا گروہ متعصب عربوں کا تھا جو اس کے بالکل مدِمقابل تھا۔ علامہ ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب عقد الفرید میں ایک مستقل باب قائم کر کے ان دونوں گروہوں کے اقوال و دلائل جمع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ متعصب عربوں کے انہی اقول کو بنیاد بنا کر مصنف نے عام عربوں کو مطعون و مجروح کیا ہے''(۲۷)۔

موالی کی بحث

جرجی زیدان نے یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ مولیٰ کے ساتھ بنو امیہ کا رویہ حقارت آمیز تھا۔ علامہ شبلی نے اس الزام کی بھی تردید کی ہے اور دکھایا ہے کہ جرجی زیدان نے جس بنیاد پر یہ مفروضہ قائم کیا ہے۔ وہ بنیاد ہی سرے سے مبالغہ پر مبنی ہے، وہ لکھتے ہیں:-

ان اکرام الموالی کان من دیدن العرب عامة و قریشها خاصة لم یکن الاکرام للموالی واکثرهم العجم عند جفاة و بناتها کما لم یکن الاکرام للعرب عنه الشعوبیة واکثرهم المعجم کان نافع بن جبیر وامثاله من جفاة العرب فلا یصح الاستدلال باقوالهم علی استحقار العرب للموالی والعجم(۲۸).

موالی کے ساتھ عزت کا برتاؤ عربوں اور بالخصوص قریش کی عادت تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ چند متعصب عربوں میں یہ چیز نہیں پائی جاتی تھی اور اسی کے مدِمقابل شعوبیوں کے

یہاں عربوں کی تکریم کا مزاج نہ تھا، نافع بن جبیر اور اس جیسے متعصب عربوں کے اقوال کو بنیاد بنا کر موالی کی تحقیر و تذلیل کا الزام دینا درست نہیں ہے۔

اس الزام کی تردید کے لئے علامہ شبلی نے موالی کے ساتھ عربوں کے حسنِ سلوک، عزت و تکریم اور ادب و احترام کے چند واقعات بھی تاریخ کی مستند کتابوں سے نقل کئے ہیں[۲۹] اور یہ بھی دکھایا ہے کہ دور بنو امیہ میں موالی کن کن بلند عہدہ و منصب پر متمکن تھے اور ان کی کیا قدر و منزلت تھی[۳۰]۔ طوالت کے خوف سے اس کی تفصیل قلم انداز کی جاتی ہے۔

مذہب کی توہین کا الزام

بنو امیہ پر مذہب کی توہین کا الزام بھی عائد ہے، متعدد مقامات پر اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے تاہم اس کو ایک خاص عنوان الاستھانة بالقرآن والحرمین کے تحت بھی لکھا ہے[۳۱]، یہ عنوان ہی اس کی ذہنیت کا پتہ دیتا ہے۔

جرجی زیدان نے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب اس کو اپنے خلیفہ بنائے جانے کی اطلاع ملی اس وقت وہ قرآن کی تلاوت میں مشغول تھا، اس اطلاع کے بعد قرآن مجید بند کر کے اس نے کہا اب یہ آخری ملاقات ہے، جرجی زیدان نے اس بات کو استخفاف دین ثابت کیا ہے، لیکن واقعہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں:-

> ''جب عبدالملک کے پاس خلافت کی خبر پہنچی اس وقت وہ تلاوت قرآن میں مشغول تھا تو اس نے بارِ خلافت کی ذمہ داریوں اور مشغولیوں کا احساس کرتے ہوئے حسرت سے قرآن کو مخاطب کر کے کہا یہ اب آخری ملاقات ہے یعنی اب عبادت و تلاوت کا جو میرا معمول تھا اس کو بعینہٖ قائم رکھنا مشکل ہوگا۔ یہ بات عبدالملک نے استخفاف دین کے جذبہ سے نہیں کہی اور خلافت کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ عبدالملک فرائض و سنن کا اہتمام کرتا ہے۔ نماز، روزہ اور حج کی ادائیگی کرتا ہے''[۳۲]

جرجی زیدان نے خانہ کعبہ اور بعض دوسرے شعائر اسلامی کی توہین کا بھی الزام مسلمانوں پر عائد کیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

''فانشأ فیها کعبة وجعلَ حولها طوافًا واتخذة منیٰ و عرفات''[۳۳]

''معتصم نے سامرہ میں ایک کعبہ اور منیٰ و عرفات تیار کرایا''

دوسری جگہ لکھتا ہے:-

فحبب بعضهم الی المنصور ان یستبدل الکعبة نما یقوم مقامها فی العراق و تکون حجا للناس فبنی بناءً اسماه القبة الخضراء تصغیر الکعبة و قطع المیرة عن المدینة[۳۴].

بعضوں نے منصور کو اس طرف مائل کیا کہ کعبہ کے بدلے عراق میں کوئی عمارت بنائے جس کا لوگ حج کیا کریں، چنانچہ اس نے ایک مکان بنایا، جس کا نام شبہ خضراء رکھا تاکہ کعبہ کی حقارت ہو اور مدینہ میں غلہ بھیجنا بند کر دیا۔

علامہ شبلی نے ان الزامات کی بھی حقیقت واضح کی ہے اور دکھایا ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں، جرجی زیدان کا ماآخذ منصور کے دشمن محمد نفس زکیہ کا ایک خطبہ ہے جو طبری میں منقول ہے۔ علامہ شبلی اس سے سوال کرتے ہیں کہ ''یہ منصور کے ایک دشمن کے الفاظ ہیں، کیا اس سے کسی تاریخی واقعہ کا اثبات ہو سکتا ہے''[۳۵]۔ مدینہ منورہ میں غلہ روک دینے کی وجہ مدینہ منورہ کی تحقیر نہیں تھی، بلکہ علامہ شبلی کے الفاظ میں:-

''واقعہ یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ ایک مدت سے خلافت کا خیال پکا رہے تھے جب انہوں نے اعلانیہ علمِ بغاوت بلند کیا تو چونکہ وہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اس لئے منصور نے وہاں رسد کا بھیجنا بند کرا دیا''[۳۶]۔

نظامِ محاصل سے متعلق الزام

جرجی زیدان نے نظامِ محاصل کو بھی تختہ مشق بنایا ہے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے ظلم وستم کی فرضی تصویر پیش کی ہے، وہ لکھتا ہے:-

وکان عمال بنی امیة یجورون علی اصحاب الارمنین من اهل الذمة فی التحصیل ونحوه[۳۷].

بنو امیہ کے عمال زمینداروں پر مالگزاری وغیرہ کے وصول کرنے میں ظلم کرتے تھے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے:-

واذا اتی احدهم راهم لیودی ما فی خراجه یقطع الجابی منها طائفة و یقول هذا رواجها و صرفها[۳۸].

اور جب ان کے پاس کوئی شخص مالگزاری ادا کرنے کے لئے روپیہ لاتا تھا تو تحصیلدار اس میں سے کچھ روپیہ نکال لیتا تھا اور کہتا تھا کہ روپیہ کا نرخ اور چلن اسی قدر ہے۔

اس کے علاوہ بھی متعدد الزامات و اعتراضات جرجی زیدان نے قائم کئے ہیں، نظام محاصل کے سلسلہ کی سب سے اہم بحث جزیہ کی ہے۔

جزیہ

جزیہ کے متعلق یورپ کے اہلِ قلم اور مؤرخین کا رویہ مسلمانوں کے تیئں بڑا جارحانہ اور معاندانہ رہا ہے۔ انہوں نے اس بحث کو بہت طول دیا اور اس کے ضمن میں مسلمانوں پر ہر طرح کا الزام عائد کیا، علامہ شبلی کو اس بات میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے کہ جزیہ سے متعلق یورپ کے بے سر و پا الزامات کی مدلل تردید ان کے قلم سے نکلی، اس محققانہ مقالہ میں انہوں نے جزیہ کے ہر پہلو سے بحث و تحقیق کر کے ثابت کیا کہ جزیہ کوئی نیا اور ظالمانہ ٹیکس نہ تھا بلکہ غیر قوموں کے حق میں وہ رحمت تھا(۳۹)۔

چونکہ علامہ شبلی کتاب الجزیہ میں اس پر مفصل بحث و تحقیق پیش کر چکے تھے اس لئے یہاں قدرے اختصار سے کام لیا ہے، شروع میں جزیہ کی حقیقت بیان کی ہے اور دکھایا ہے کہ یہ ٹیکس مسلمانوں نے جاری و نافذ نہیں کیا بلکہ اس کا آغاز نوشیرواں نے کیا تھا، مسلمانوں نے اس کو باقی رکھا اس کی دوسری تفصیلات علامہ شبلی کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں، وہ لکھتے ہیں:-

> ''جاننا چاہئے کہ جزیہ محض ایک فوجی ٹیکس ہے جو لوگ مملکتِ اسلامی میں رہتے ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو بذاتِ خود دفاع و تحفظ کے ذمہ دار ہوتے ہیں، چنانچہ ایسے لوگوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا ہے البتہ وہ لوگ جو فریضہ دفاع سے مستثنیٰ ہیں ان پر لازم کیا گیا کہ وہ کچھ رقم ادا کریں تاکہ فوجی اخراجات اس سے پورے کئے جا سکیں، سب سے پہلے یہ ٹیکس کسریٰ کے نوشیرواں نے عائد کیا جیسا کہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور اسی کی اقتداء حضرت عمرؓ نے کی، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلامی فوج میں شامل ہو جائے جیسا کہ بلاذری اور طبری وغیرہ نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے تو اس صورت میں اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض عیسائی افواج اسلامی میں شامل ہوئے تو ان کا جزیہ ساقط کر دیا گیا، اسی طرح غربت کی

بناء پر بھی غیر مسلم سے جزیہ معاف کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ثعلب کے عیسائی جو نادار تھے، حضرت عمرؓ نے نہ صرف یہ کہ ان کا جزیہ معاف کر دیا بلکہ ان کو صدقات کے مال سے مدد پہنچائی، خلاصہ یہ کہ جزیہ کفر و اسلام کے درمیان حدِ فاصل نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں مملکتِ اسلامیہ کے زیرِنگیں بہت سے عیسائی مجوسی اور یہودی آباد تھے جو زراعت پیشہ یا سرکاری ملازم تھے اور دفاع کے لئے اپنی جان جوکھم میں ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی بناء پر ان لوگوں سے یہ فوجی ٹیکس وصول کیا گیا، اسلامی مملکت میں کسی مسلمان کے لئے یہ بات روا نہیں ہے کہ وہ دفاع و تحفظ سے گریز کرے، بلکہ یہ چیز اس پر واجب ہے، خواہ وہ بخوشی اس کو انجام دے یا بجبر، اس طرح جزیہ کی حیثیت ابتداً رئیس و رعایا کے درمیان حدِ فاصل کی تھی جو رفتہ رفتہ مسلم و غیر مسلم کے درمیان فرق و امتیاز کا ذریعہ بن گئی''(۴۰)۔

اس تمہید کے بعد علامہ شبلی نے جرجی زیدان کے الزامات و اعتراضات کا جائزہ لیا ہے یہاں اس کی چند مثالیں نقل کی جاتی ہیں، جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ بنو امیہ غیر مذہب والوں کے ساتھ جزیہ کی وصولی میں سختی کرتے تھے، حتیٰ کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی جزیہ وصول کرتے تھے، راہبوں پر ابتداء جزیہ معاف تھا، اس لئے لوگ راہب ہونے لگے۔ چنانچہ راہبوں پر بھی جزیہ لگا دیا گیا(۴۱)۔ جرجی زیدان نے یہ مفروضہ مقریزی کے حوالہ سے بیان کیا ہے، حالانکہ مقریزی نے سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں کیا ہے، علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ جرجی زیدان نے اس واقعہ کے لئے مقریزی (۳۹۲) کا حوالہ دیا ہے لیکن بڑی خیانت کی ہے مقریزی میں اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں ہے کہ لوگ جزیہ کے ڈر سے راہب ہونے لگے ہوں(۴۲)۔

اس کے بعد علامہ شبلی نے بنو اُمیہ کے عہد میں جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں جو بے احتیاطیاں سرزد ہوئیں اور جن کی بنیاد پر جرجی زیدان نے انہیں مطعون کیا ہے، ان کا جائزہ لیا ہے، اور دکھایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کوششیں کیں ان کی عام عرب، علماء اور خود خلیفۂ وقت نے مخالفت کی۔ انہوں نے جرجی زیدان کے اس مکر کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان چند واقعات کو اس نے اس طرح قلمبند کیا ہے گویا یہ بنو اُمیہ کا عام طرزِ عمل تھا(۴۳)، وہ لکھتے ہیں:-

''بنو اُمیہ کی صدسالہ حکومت میں چند دفعہ یہ واقعہ پیش آیا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے زمانے میں اس کارروائی کو روکا۔ یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب یزید بن ابی

مسلم نے ایسا کرنا چاہا تو بغاوت ہوئی اور اہلِ عرب نے باغیوں کا ساتھ دیا۔ غرض خلفائے بنو امیہ میں سے کسی نے اس فعل کو جائز نہیں رکھا۔ عمال نے کہا تو یا خود خلیفۂ وقت نے روک دیا یا اہلِ عرب نے عمالوں کی مخالفت کی اور ان سے لڑے''۔

مصنف نے خلفاء کے روکنے یا عام مسلمانوں کی ناراضی اور مظلوموں کی حمایت کا ذکر مطلق نہیں کیا اور ان چند واقعات کو اس طرح ادا کیا کہ بنو اُمیہ کے زمانہ سلطنت میں یہ عام رواج تھا''(۴۴)۔

جرجی زیدان نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے جزیہ اور دوسرے خراج کی بدولت خراج کی رقم ایک کروڑ بیس لاکھ تک پہنچا دی تھی، علامہ شبلیؒ حرص و طمع کے اس الزام کی طرف توجہ نہ کر سکے مگر تاریخ التمدن الاسلامی کے تعلیق نگار ڈاکٹر حسین مونس نے اعداد و شمار کی روشنی میں جائزہ لے کر ثابت کیا ہے کہ خراج کی رقم عہدِ بنو اُمیہ میں مسلسل کم ہوتی گئی، اور پھر جرجی زیدان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ:

"ان الجباية كانت تناقص ايام بنى أمية ولم تكون فى ديارة فاين ذهب ادن المال الذى كان يحيى بالعسف وابن ضريبة الرهبان(۴۵).

اعداد و شمار کے مطابق عہدِ بنو امیہ میں خراج کی رقم مسلسل کم ہوتی گئی اور اس میں اضافہ نہیں ہوا تو پھر وہ مال جو زبردستی وصول کیا جاتا تھا وہ کیا ہوا اور جو جزیہ راہبوں پر لگایا گیا وہ کہاں گیا۔

علامہ شبلی نے جرجی زیدان کے دوسرے اعتراضات اور غلط بیانیوں کی بھی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ جزیہ کی تحصیل کے جس ظالمانہ طریقے کو جرجی زیدان نے بیان کیا ہے، حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور وہ محض اس کے کذب و افترا پر مبنی ہے(۴۶)۔

علم دشمنی کا الزام

جرجی زیدان نے مسلمانوں پر علم دشمنی کی فردِ جرم بھی عائد کی ہے، کتاب کے متعدد جملے اور فقرے مسلمانوں کو علم دشمن ظاہر کرتے ہیں۔ اس نے بڑی چابکدستی اور کمال جعل سازی سے یہ کام کیا ہے، علامہ شبلی کے الفاظ میں اس کی تہہ تک عام آدمی تو کجا بیدار مغز اور ذہین افراد بھی مشکل ہی سے پہنچ سکتے ہیں(۴۷)۔

اس سلسلہ کی سب سے اہم بحث کُتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کی ہے جس میں حضرت

عمر فاروقؓ کی ذاتِ گرامی کو مطعون کیا گیا ہے کہ انہوں نے کُتب خانہ اسکندریہ کو جو بطلیموسیوں کی یادگار تھا جلا کر تباہ کرا دیا، اس پر یورپ میں بڑی بحث و تحقیق ہو چکی ہے، علامہ شبلی پہلے مورخ تھے، جنہوں نے بہ دلائل اس الزام کی نہ صرف تردید کی تھی بلکہ ثابت کیا تھا کہ مسلمانوں کی فتح اسکندریہ سے پہلے ہی اس کو خود عیسائیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا اور اس کی تباہی و بربادی میں ان کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا بھی شریک تھے(۴۸)۔

الزام ہم ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس بحث و تحقیق کے بعد یورپ کے مؤرخین اور اہلِ قلم بھی تسلیم کرنے لگے کہ کُتب خانہ اسکندریہ کی بربادی کا الزام مسلمانوں پر عائد کرنا غلط بیانی ہوگی مگر جرجی زیدان ان تمام حقائق سے صرفِ نظر کر کے اس بحث کو دوبارہ بڑے طمطراق کے ساتھ پیش کر کے کہتا ہے کہ چونکہ دو مسلمان مؤرخوں عبدالطیف بغدادی اور جمال الدین قفطی نے تسلیم کیا ہے، اس لئے مسلمانوں کو یہ الزام اپنے سر لے لینا چاہئے، علامہ شبلی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:

تاریخ کی تمام مستند کتابیں اس واقعہ کے ذکر سے خاموش ہیں ہاں بغدادی اور قفطی نے یہ روایت ضرور بیان کی ہے مگر اس میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ دونوں مورخ چھٹی اور ساتویں صدی کے ہیں اور یہ دونوں اپنی روایت کا ماخذ اور سند نہیں ذکر کرتے''(۴۹)۔

ڈاکٹر حسین مونس نے ان دونوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی روایتیں تسلیم نہیں کی جا سکتیں کیونکہ یہ سیاح ہیں اور سیاحت مصر کے دوران ان کو جو باتیں سُنی سُنائی ملیں ان کو بیان کر دیا ہے(۵۰)۔

علامہ شبلی نے اس بحث میں بھی اختصار سے کام لیا ہے، غالباً اپنے مضمون کُتب خانہ اسکندریہ کی وجہ سے ایسا کیا ہو، بہرحال ان چند اہم اور بنیادی مباحث سے الانتقاد کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اب ہم جرجی زیدان کی تاریخ نویسی کا اختصار سے جائزہ پیش کرتے ہیں:

جرجی زیدان کی تاریخ نویسی

تاریخ التمدن الاسلامی کا جب ہم بہ نظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جرجی زیدان نے تاریخ نویسی کے اصولوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا، اور ایسا اس نے نادانستہ نہیں بلکہ

نادانستہ طور پر کیا ہے۔

تاریخ نویسی میں سند اور حوالہ کی بڑی اہمیت ہے، اس کے بغیر جھوٹ سچ کی تمیز مشکل ہے۔ جرجی زیدان اسلامی تمدن کی تاریخ لکھتا ہے، مگر وہ سند اور حوالہ کا اہتمام نہیں کرتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرے سے اس کی اہمیت و افادیت کا منکر ہے، علامہ شبلی ہندوستان سے خط لکھ کر اسے تاریخ نویسی کے اس اصول کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو گو وہ اس کا اعتراف کرتا ہے لیکن اقرار و التزام کے بعد وہ اس میں پھر بھی خیانت کرتا ہے اور مطبع و سنِ طباعت درج نہیں کرتا۔ مراجع کی تحقیق و تلاش میں وہ دیانت داری نہیں برتتا اور حوالے ایسی کتابوں کے دیتا ہے جس کا پایہ استنادؒ ساقط الاعتبار ہوتا ہے، مثلاً وہ معتصم باللہ کو خانہ کعبہ کی تحقیر و توہین کا ملزم قرار دیتا ہے اور اس کا ماخذ معتصم باللہ کے حریف محمد نفس زکیہ کا ایک خطبہ ہے، علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ ''یہ منصور کے ایک دشمن کے الفاظ ہیں، کیا اس سے کسی تاریخی واقعہ کا استدلال ہو سکتا ہے''(۵۱)۔

سند اور حوالہ کے سلسلہ میں وہ یہ خیانت بھی کرتا ہے کہ متعدد واقعات میں سے کسی ایک واقعہ کا حوالہ دیتا ہے اور بقیہ پر یہ تاثر کہ یہ واقعہ انہی کتابوں سے لیا گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا، مولانا سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:-

> ''وہ ایک پیراگراف میں متعدد صحیح اور محرف واقعات لکھ جاتا ہے اور سب سے اخیر کے واقعہ پر کسی کتاب کا حوالہ دے دیتا ہے، عام لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کل واقعات کا حوالہ ہے اس لئے یہ واقعات ناممکن التردید ہیں حالانکہ یہ حوالہ صرف اخیر کے واقعہ سے متعلق ہوتا ہے''(۵۲)۔

وہ مسلمانوں پر اور خاص طور سے حضرت عمرؓ کی ذاتِ گرامی پر علم دشمنی کا الزام قائم کرتا ہے اور ثبوت میں عبداللطیف بغدادی اور جمال الدین قفطی کے اقوال پیش کرتا ہے جن کے بیانات کی عدم صحت کا نہ صرف مسلمان بلکہ یورپ کے اہلِ قلم بھی اعتراف کرتے ہیں، اس کے باوجود پروفیسر مارگولیوتھ وغیرہ تاریخ التمدن الاسلامی کو ایک معرکہ آراء تاریخ قرار دیتے ہیں اور انگریزی میں ترجمہ کر کے اس کی اشاعت میں حصہ لیتے ہیں، ہم اسے تعصب کے علاوہ اور کیا نام دے سکتے ہیں۔

تاریخ نویسی میں غیر جانب داری ضروری ہے اس کے بغیر تاریخ کے ساتھ انصاف ممکن نہ ہوگا۔ جرجی زیدان غیر جانب دار بھی نہ رہ سکا، متعدد مقامات پر اس نے ایسی بحثیں کی ہیں، جن سے اس کی جانب داری کا پردہ فاش ہو جاتا ہے، علامہ شبلی نے اس کی جانبداری کے متعدد ثبوت فراہم کئے

ہیں (۵۳)۔

کسی عہد کی تاریخ میں خوبیاں اور خامیاں دونوں ہوتی ہیں، انصاف پسند مورخ دونوں رخ پر روشنی ڈالتا ہے، مگر اس میں یہ انصاف و عدل ملحوظ رکھتا ہے کہ خوبیاں خامیوں پر اور خامیاں خوبیوں پر غالب نہ آجائیں۔ جرجی زیدان نے دانستہ اس کا خیال نہیں رکھا، مثلاً بنو امیہ کے کسی عامل نے بہ تقاضائے بشری مالگزاری یا کسی اور خراج کی وصولی میں خیانت کر دی تو وہ تمام عمالوں کو مطعون کر کے خود بنو امیہ کے پورے عہد کو قبائح کا مجموعہ ثابت کر دیتا ہے، اسی طرح جزیہ کے سلسلہ میں بعض افراد نے انفرادی طور پر اسلام کی خلاف ورزی کی کوشش کر ڈالی جس کی کسی نے حوصلہ افزائی کی نہ اس پر عمل ہوا مگر جرجی زیدان نے اسے ایک مسلمہ واقعہ سے تعبیر کر دیا اسی طرح وہ کسی ایک شخص کے ذاتی خیالات کو تمام قوم کے خیالات سے تعبیر کر دیتا ہے اور کسی کے ذاتی فعل کو عام طرزِ معاشرت سے تشبیہ دے دیتا ہے، مولانا سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:-

> ''کسی خلیفہ یا امیر کے جزئی اور شخصی واقعہ سے وہ (جرجی زیدان) اصول کلی منضبط کرتا ہے اور اس کو کل مسلمانوں کا طرزِ عمل بتاتا ہے''(۵۴)

واقعات میں اسباب و علل کی وضاحت اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ اس واقعے کا اصل پس منظر سامنے آجائے مگر جرجی زیدان ان سے بھی صرفِ نظر کرتا ہے اور اسباب و علل بیان نہیں کرتا، مولانا سیّد سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

> ''اسلامی تاریخ میں چند واقعات ایسے گزرے ہیں جو بہ ظاہر بالکل ناپسندیدہ ہیں اور سخت نا سزا معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر ان کے اسباب و علل کا اظہار کر دیا جائے تو وہ بالکل مناسب اور قرینِ مصلحت معلوم ہوں گے۔ جرجی زیدان اکثر ایسے موقعوں پر مصالح اور اسباب کی تشریح سے احتراز کرتا ہے''(۵۵)۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی نے تاریخ نویسی کی ایک اور خامی کا بھی ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

> ''جب وہ مسلمانوں کے کسی حسنِ انتظام یا اسلامی عہد کے کسی صیغے کی ترقی کا ذکر کرتا ہے تو اکثر اس انتظام یا صیغہ کی موجودہ ترقی کا بھی ذکر کر دیتا ہے اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ ناظرین کتاب کے ذہن میں اسلامی ترقی کی کوئی وقعت نہ قائم ہونے پائے''(۵۶)

خلاصہ کلام یہ کہ جرجی زیدان کی تاریخی بصیرت و واقفیت تعصب کے رنگ میں رنگی ہے، علامہ

شبلی نے بجا طور پر اس کی نشاندہی کر دی کہ اس کی تاریخ نگاری (۱) صرف کذب و دروغ بیانی (۲) روایات کی نقل میں خیانت اور تحریف (۳) کسی صحیح واقعہ میں اپنی طرف سے ایسا اضافہ کہ واقعہ کی صورت بدل جائے (۴) غلط استنباط اور استدلال وغیرہ سے عبارت ہے[۵۷]۔

انتقاد کا اسلوب

الانتقاد میں علامہ شبلی نے جو اسلوبِ تحریر اختیار کیا ہے اور جس کے متعدد نمونے گزشتہ صفحات میں آ چکے ہیں، وہ متقدمین کے اسلوب سے ہم آہنگ ہے، علامہ شبلی گو جدید اسلوبِ تحریر سے بخوبی واقف تھے، تاہم اس میں قدماء ہی کا طرز انہوں نے اختیار کیا ہے اور اسی لئے ان کی تحریر میں بعض عجمی تعبیریں صاف محسوس ہوتی ہیں۔ جن کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ سیّد رشید رضا مصری نے الانتقاد کے مصری ایڈیشن میں ان کی بعض عجمی تعبیروں میں معمولی سا رد و بدل کر کے جدید اسلوب سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔

علامہ شبلی عربی تحریر میں جاحظ کے پیرو تھے اور الانتقاد لکھتے وقت انہوں نے خاص طور سے اس کا اہتمام کیا ہے، جب وہ الانتقاد لکھ رہے تھے تو البیان والتبیین اور کتاب الحیوان مطالعے میں تھی، اس لئے ان کی تحریر میں انشا پردازی کا جوہر بھی نمایاں ہے۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں!

> ''اس رسالہ کی عربی تحریر بڑی انشا پردازانہ ہے۔ مولانا عربی تحریر میں جاحظ کے طرز کے پیرو تھے جس زمانہ میں وہ یہ مضمون لکھ رہے تھے جاحظ کی بیان وتبیین اور کتاب الحیوان اکثر مطالعہ میں رہتی تھی''[۵۸]۔

مولانا سعید انصاری نے علامہ شبلی کی عربی تحریروں پر ایک مقالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے بھی ان کو جاحظ کا پیرو اور متبع قرار دیا ہے[۵۹]۔ خود علامہ شبلی کو بھی الانتقاد کی تحریر پر فخر تھا۔ وہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ''جرجی زیدان کی تنقید اُردو میں کچھ نہیں، اصل مخاطب عرب تھا اس لئے عربی زبان میں تمام زور صرف ہوا۔ سو صفحے کی کتاب ہوگئی اور لٹریچر بھی ایسا ہے کہ مصر والے بھی ہندوستان کو کچھ چیز سمجھیں گے''[۶۰]۔

خلاصہ یہ کہ الانتقاد علامہ شبلی کا ایک بڑا علمی وتحقیقی اور تنقیدی کارنامہ ہے اس سے اس زہر کا تریاق ممکن ہوا جو جرجی زیدان کے ذریعہ پھیلا تھا، مولانا سیّد سلیمان ندوی نے سچ لکھا ہے کہ:-

> ''اس کتاب کی اشاعت نے ہندوستان اور مصر اور دنیائے اسلام کے دوسرے حصوں میں

جہاں تک تمدن اسلامی کا زہر پھیلا تھا، تریاق کا کام دیا اور ایک بڑے فتنہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا، والحمد للہ علی ذالک''(۶۱)۔

حواشی

۱۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی، حیات شبلی ص ۵۷۸۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۴ء۔

۲۔ ماہنامہ الندوہ لکھنو۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء، ص ۱۷۔ تاریخ التمدن الاسلامی کے تیسرے حصے کا اُردو ترجمہ علوم عرب کے نام سے مولانا اسلم جیراج پوری نے کیا ہے اس کے مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں: ''مسلمانوں کی علمی ترقی جو گزشتہ صدی میں ہوئی اور موجودہ اور آئندہ قوموں کی ترقی کا اصل تخم ہے، مشرق کبھی ان علمی احسانات کو فراموش نہیں کر سکتا جو بغداد اور مراغہ سے اس کو حاصل ہوئے اور مغرب کبھی اس خرمن علم کی خوشہ چینی سے انکار نہیں کر سکتا جو قرطبہ اور غرناطہ سے اس نے کی تھی، ایسی حالت میں اس علمی ترقی کی تاریخ کو جو مسلمانوں نے کی ہیں، مدون نہ کرنا ایک ایسی کمی ہے جس کو کم سے کم میں بہت محسوس کرتا تھا اور عرصہ سے اس فکر میں تھا کہ جس طرح ہوسکے کوشش کر کے اس قسم کی ایک تاریخ لکھوں--- اسی دوران میں علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال (قاہرہ-مصر) کی کتاب تمدنِ اسلام مطالعہ میں آئی--- جی باغ باغ ہوگیا یہ جلد (سوم) اس عنوان پر اس قدر مکمل اور کافی و شافی ہے کہ اب کسی قسم کی مزید جستجو اور اس پر اضافہ کی مطلق ضرورت باقی نہیں--- علامہ جرجی زیدان کے اس علمی احسان پر ہمیشہ اسلامی دنیا شکریہ ادا کرے گی اور اس وجہ سے اور بھی کہ فاضل مورخ نے باوجود عیسائی ہونے کے ایک مسلمان مورخ کا فرض ادا کیا ہے''۔ (علوم عرب دیباچہ مترجم ص ۱-۲، مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ)۔

۳۔ مقدمہ مجلہ المنار مصر ج ۱۵ عدد۱، جنوری ۱۹۱۲ء

۴۔ حیاتِ شبلی، ص ۵۷۸

۵۔ جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی، ج۳، مقدمہ ص ۳-۵۔ مطبوعہ الہلال مصر ۱۹۰۴ء

۶۔ ایضاً، ص ۴

۷۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۳۹ (حاشیہ) مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، طبع سوم، ۱۹۵۶ء

۸۔ حیاتِ شبلی، ص ۵۷۹

۹۔ ایضاً مولانا سیّد سلیمان ندوی نے اس خط کا ایک بڑا حصہ اپنے مضمون میں نقل کر دیا ہے، ملاحظہ ہو ماہنامہ الندوہ لکھنو، اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۱۶-۱۹

۱۰۔ مکاتیب شبلی، ج۱، ص ۲۸۰ مرتبہ مولانا سیّد سلیمان ندوی دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔ ۱۹۲۸ء طبع دوم

۱۱۔ ایضاً ج۲، ص۱۹۰، مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۷۱ء

۱۲۔ علامہ شبلی، الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی، ص۲، طبع جدید، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

۱۳۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۵۴-۱۵۶

۱۴۔ مکاتیبِ شبلی، ج۱، ص ۲۸۲

۱۵۔ حیاتِ شبلی، ص۵۸۰

۱۶۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص۱۳۳

۱۷۔ حیاتِ شبلی، ص ۵۸۱-۵۸۲

۱۸۔ مکاتیبِ شبلی، ج۲، ص ۱۸۹

۱۹۔ حیاتِ شبلی، ص ۵۸۱

۲۰۔ مقدمہ مجلّہ المنار، مصر ج ۱۵ عددا جنوری ۱۹۱۲ء

۲۱۔ مولانا سعید انصاری، عربی انشا، البصیر شبلی نمبر، ص ۲۰ اسلامیہ کالج چنیوٹ۔

۲۲۔ ایضاً۔

۲۳۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۵۴-۱۵۶

۲۴۔ ایضاً، ص ۵۴

۲۵۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۴، ص۱۰۳

۲۶۔ الانتقاد، ص ۳

۲۷۔ ایضاً، ص ۴-۵

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۵

۲۹۔ ایضاً، ص ۱۳-۱۵

۳۰۔ ایضاً، ص ۹-۱۰

۳۱۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۴، ص ۷۸

۳۲۔ الانتقاد، ص ۱۹

۳۳۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۲، ص ۳۲

۳۴۔ ایضاً، ص ۳۰

۳۵۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۴۲

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۲، ص۱۹

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ ملاحظہ کتاب الجزیہ، مطبع مفید عام آگرہ، ۱۸۹۴ء و مقالاتِ شبلی، ج۱، ص ۲۲۱-۲۳۱

۴۰۔ الانتقاد، ص ۳۲-۳۳

۴۱۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۲، ص ۲۰

۴۲۔ الانتقاد، ص ۳۵

۴۳۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۷۳

۴۴۔ ایضاً، ص ۱۷۵

۴۵۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۲، ص ۵۳

۴۶۔ الانتقاد، ص ۲۶-۳۶

۴۷۔ ایضاً، ص ۵۳

۴۸۔ مقالاتِ شبلی، ج۶، ص ۱۱۵۔ دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۵۱ء

۴۹۔ الانتقاد، ص ۶۴-۶۵

۵۰۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ج۳، ص ۵۱۔ مطبوعہ الہلال مصر ۱۹۶۸ء

۵۱۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۴۲

۵۲۔ ماہنامہ الندوہ لکھنو، اکتوبر ۱۹۰۸ء، ص ۱۷

۵۳۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۵۴-۱۵۷

۵۴۔ ماہنامہ الندوہ اکتوبر ۱۹۰۸ء، ص ۱۷

۵۵۔ ایضاً، ص ۱۶

۵۶۔ ایضاً، ص ۱۸

۵۷۔ مقالاتِ شبلی، ج۴، ص ۱۳۴

۵۸۔ حیاتِ شبلی، ص ۵۸۱

۵۹۔ البصیر شبلی نمبر، ص ۱۲۵

۶۰۔ مکاتیب شبلی، ج۲، ص ۲۵۸

۶۱۔ حیاتِ شبلی، ص ۵۲